بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِیْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

41-اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھوں کی صفت سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔ اور پچھلے درس میں ہم اللہ تعالیٰ کی صفات الکمال میں سے دونوں ہاتھوں کی صفت کا بیان کر رہے تھے اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں۔

اور ہم نے یہ بیان کیا تھا پچھلے درس میں کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے) اور اللہ تعالیٰ کی اس صفت کمال کے ثبوت کے لیے دو آیتیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں:

(۱) پہلی آیت سورۃ ص کی آیت نمبر 75 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (ص:75)۔ اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا فرمایا اور پھر فرشتوں کو حکم دیا سجدہ کرنے کا اور ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (تمہیں کس چیز نے منع کیا کہ تو اُسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا)۔

(۲) اور دوسری آیت سورہ المائدۃ کی آیت نمبر 64 ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ (المائدۃ:64)۔

جب یہودیوں نے کہا (نعوذ باللہ) کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ بند ہیں (جکڑے ہوئے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے، جب یہودیوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہے: ﴿يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ﴾، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے: ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔

آج کی نشست میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ بیان فرمایا ہے اُن میں سے آج کے درس میں دیکھتے ہیں کتنے کا جواب دے سکتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جو ہیں وہ دو سے زیادہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَہُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا﴾إلى آخر الآية (یس:71)۔﴿مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ﴾: ﴿اَیۡدِیۡنَاۤ﴾ جمع ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے سورۃ یس میں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں جمع کے صیغے میں (یعنی دو سے زیادہ ہاتھ ہیں) اور ﴿اَیۡدِیۡنَاۤ﴾ یہاں پر جمع ہے تو ہم جمع کو لے لیتے ہیں کیونکہ اگر ہم جمع کے صیغے کو لے لیتے ہیں تو ہم تثنیہ کو بھی لے لیں گے اور اس سے زیادہ بھی لے لیں گے تو اس کا جواب کیا ہے؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ید جو ہے ہاتھ کی صفت جو ہے قرآن مجید میں وہ مفرد بھی ہے، مثنّٰی، اور جمع، تینوں صیغے سے آئی ہے۔

یعنی﴿یَدُ اللّٰہِ﴾ بھی ہے، ﴿یَدٰہُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ﴾ تثنیہ بھی ہے، و ﴿اَیۡدِیۡنَاۤ﴾ جمع کا صیغہ بھی ہے۔

جو صیغۃ الافراد ہے (جو مفرد صیغہ جو ہے) ید اللہ جب کہتے ہیں تو یہ مفرد مضاف ہے اور قاعدہ یہ ہے "المفرد المضاف يفيد العموم"، یعنی اس سے صرف ایک نہیں بلکہ جتنے بھی ہیں سب اس میں شامل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا﴾(ابراہیم:34)۔﴿نِعۡمَتَ﴾: مفرد ہے مضاف ہے اور اس میں بہت ساری نعمتوں کو شامل ہے، یعنی ایک نہیں ہزار نہیں ملین نہیں یا اُس سے زیادہ بھی نہیں (یعنی کچھ بھی اُس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے)، حصر نہیں ہے۔ جب﴿یَدُ اللّٰہِ﴾ کہتے ہیں تو اس میں ایک سے زیادہ ہونے سے کوئی چیز منع نہیں کر سکتی کیونکہ یہ مفرد مضاف ہے۔ اور جو مثنّٰی اور جمع ہے اس کو کیسے ہم لوگ جمع کریں گے؟

مفرد تو پتہ چل گیا ہے، یعنی جب مفرد مضاف ہوتا ہے تو عموم: عموم سے مراد ہے کہ جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ثابت ہیں سب اس میں شامل ہیں، اگر دو ہیں تو دو ہیں۔ دو سے زیادہ ہیں؟ دو سے زیادہ بھی اس میں مفرد مضاف میں شامل ہو گیا ہے اب مثنّٰی اور جمع کو کیسے جمع کریں گے آپس میں؟

﴿يَدٰهُ مَبْسُوطَتٰنِ﴾ اور ﴿اَيْدِيْنَآ﴾ صیغۃ الجمع ہے دیکھیں بات کیا ہو رہی ہے پتہ ہے؟

بات یہ ہو رہی ہے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی صفت کے تعلق سے کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے (دلائل میں بیان کر چکا ہوں پچھلے درس میں)، قرآن مجید میں جب ہم نے دیکھا ہے تین قسم کے یہ صیغے موجود ہیں: (۱) مفرد بھی ہے۔(۲) تثنیہ بھی ہے۔(۳) جمع بھی ہے۔اب جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کرنے والے ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ حقیقی نہیں ہیں بلکہ معنی ہے صرف معنوی ہیں (جیسے آگے آئے گا کہ ہاتھ سے مراد طاقت ہے، قدرت ہے، نعمت ہے، وغیرہ وغیرہ)، تو وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے صرف دو ہاتھ ہیں جبکہ قرآن مجید میں مفرد بھی ہے، مُثَنّٰی بھی ہے، جمع بھی ہے، آپ نے بیچ میں سے صرف مُثَنّٰی کو لیا باقی کیوں چھوڑ دیا؟

اس کا جواب کیا ہے یہ جواب ہم دے رہے ہیں، آج کے درس میں اس غلط فہمی کا ازالہ ہے۔

مفرد کا صیغہ جو ہے ید اللہ ہے: "ید" مفرد ہے، "اللہ" کی طرف لفظ ذوالجلالہ (سبحانہ وتعالیٰ) مضاف الیہ ہے۔ مفرد مضاف کا صیغہ کیا ہے؟ صیغۃ العموم ہے (یعنی ایک ہے، ایک سے زیادہ ہے، جتنے بھی ہیں سب اس میں شامل ہیں)۔

جیسے کہ ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (ابراہیم: 34)، نعمت ایک ہے ،اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف جو ہے مضاف الیہ ہے، اور یہ مفرد مضاف جو ہے "يفيد العموم" یعنی جتنی بھی نعمتیں ہیں جن کا حصر نہیں کیا جا سکتا سب اس میں شامل ہیں۔

اور "ید" میں بھی یہی ہے (یہی صیغہ ہے) کہ جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ثابت ہیں یہی مراد ہے (دو ہیں تو دو مراد ہے، اُس سے زیادہ ہیں تو اُس سے زیادہ ہیں جتنے بھی ہیں)۔ یہ پہلا جواب ہے کہ صیغۃ المفرد کا کیا جواب ہے۔

اب کیا رہ گیا؟ تثنیہ اور جمع۔ ہم نے تثنیہ کو لیا جمع کو کیوں چھوڑ دیا ہے اس کا جواب کیا ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): "أما المثنى والجمع، فنقول :إن الله ليس له إلا يدان اثنتان، كما ثبت ذلك في الكتاب والسنة": جب تثنیہ اور جمع کی بات آتی ہے تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے صرف دو ہاتھ ہیں جیسا کہ ثابت ہیں قرآن مجید میں اور سنت میں (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے)۔

سورۃ ص میں دلائل پچھلے درس میں گزر چکے ہیں۔ قرآن مجید میں کہاں پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں؟ سورۃ ص آیت نمبر 75 میں یاد کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے)، اور مقام مقامِ تشریف ہے، (یعنی صرف سمجھنے کی بات ہے جب مقام مقامِ تشریف ہے آپ کسی چیز کا شرف بیان کر رہے ہیں جتنا اُس کا بڑا شرف ہے اُن ہی الفاظوں سے بیان کیا جاتا ہے کسی کی قدر جب بیان کرنی ہوتی ہے)، اگر اللہ تعالیٰ کے دو سے زیادہ ہاتھ ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہاں پر بیان فرماتے اسی آیت میں، کیونکہ جتنا بھی صفت کا ذکر زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کا جو شرف بیان کرنا ہے اتنا زیادہ ہوتا ہے (مناسبت زیادہ بیان ہوتی ہے)۔

اور دوسری آیت سورۃ المائدۃ آیت نمبر 64 میں ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ یہ ردّ کس کے جواب میں ہے؟ جنہوں نے کہا ہے ﴿يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ﴾۔

ذرا سمجھنے والے بات ہے: یہودیوں نے کہا (يَدُ: مفرد ہے یا تثنیہ ہے؟ مفرد ہے) ﴿يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ﴾ ((نعوذ باللہ) کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جکڑا ہوا ہے)، "مقام يقتضي كثرة النعم" مقام یہاں پر کیا ہے؟ جب انہوں نے ایک کا ذکر کر کے کہا کہ جکڑا ہوا ہے یا بند ہے تو اس کی ضد میں اس کا جواب ہونا چاہیے مقام کیا ہے؟ کثرت بیان کرنی ہے۔ اگر دو سے زیادہ ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہوتے تو یہاں پر "أيدينا" ہونا چاہیے تھا کہ ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾، کیونکہ جب انہوں نے تقلیل کا صیغہ استعمال کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہے (جکڑا ہوا ہے)، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی کر دی ہے: ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ (بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں)۔ انہوں نے ایک کا صیغہ کیوں بیان کیا؟ کیونکہ وہ کم کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے ہی جکڑا ہوا (مغلول ہے)۔

جواب میں جب آپ کسی چیز کی نفی کرتے ہیں تو اس کا سب سے بڑا جواب دیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اگر دو سے زیادہ ہاتھ ہوتے تو یہاں پر "أيدينا" جمع کا صیغہ ہوتا کہ بھئی آپ تو ایک کی بات کرتے ہیں تو جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں سب اس میں ہاتھ کشادہ ہیں اللہ تعالیٰ کے۔ لیکن صیغہ کون سا ہے؟ تثنیہ کا ہے، دو ہیں۔

سوال: اس میں "يد الله" مفرد مضاف نہیں ہوگا؟

جواب: وہ تو وہ کہہ رہے ہیں نا لیکن صیغہ کون سا استعمال کیا اُن لوگوں نے؟ مفرد صیغہ استعمال کیا ہے۔ وہ یہ نہیں مانتے کہ ہم مفرد مضاف یا عموم کو شامل کرتے ہیں وہ تو ایک کا صیغہ تقلیل کے لیے بیان کیا ہے (سمجھیں ذرا بات کو)۔

اعتراض کرنے والا جب کسی پر اعتراض کرتا ہے اپنے اعتراض کو اپنے جملے کے مطابق (جو اس کا اعتراض ہے اس کے مطابق جملہ) استعمال کرتا ہے۔ اب دونوں ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں یا ایک ہاتھ جکڑا ہوا ہے تقلیل کس میں زیادہ ہے؟ ایک میں۔ تو وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے نا یہ!

یعنی یہودیوں کو پتہ ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) ایسا کوئی اُن کا مَن گھڑت دین ہے تحریف جب انہوں نے کی ہے تورات کی تو اُن پر عذاب ہے اللہ تعالیٰ کا کہ انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کی شان میں گستاخی اور یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تک کو بھی انہوں نے (نعوذ باللہ) نہیں چھوڑا!

تو جواب کیا ہے؟ ﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾۔ جبکہ صیغہ اگر دو سے زیادہ ہاتھ ہوتے تو صیغہ یہاں پر جمع کا ہونا چاہیے تھا "بأيدِينا"۔ کیونکہ ایک ہاتھ سے دینا اور دونوں ہاتھوں سے دینا کس میں زیادہ ہے ذکر؟ دونوں سے۔ اور دو سے زیادہ ہوتے تو تین سے دینا یا دَس سے دینا کیا خیال ہے؟!

﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾ تو جتنا زیادہ ذکر ہوتا اتنا زیادہ دَین کا معنی اس کے مطابق ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے صرف دو ہاتھ ہیں تو یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے صرف دو (2) کا ہی ذکر کیا ہے (یہ سیاق وسباق دیکھیں اُس میں سے یہ معنی نکالا ہے)۔

سنت میں سے (اور کتاب اور سنت (قرآن اور سنت) میں جو دلیل آئی ہے وہ تثنیہ کی دلیل آئی ہے) اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "يَطْوِي اللہُ تَعَالَى السَّماوَاتِ بِيَمِينِهِ وَالأَرض بِيَدِهِ الأُخْرَى" ((متفق علیہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں آسمانوں کو لپیٹ لیتا ہے اور زمین کو اپنے دوسرے ہاتھ میں)۔

داہنا ہاتھ ہے اور دوسرا ہاتھ ہے "بِيَدِهِ الأُخْرَى" کتنے ہاتھ ثابت ہوئے؟ دو۔

اور صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے: "كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ"(اللہ تعالٰی کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں (سبحان اللہ))۔اس میں کتنے ہاتھوں کا ذکر ہے؟ دو کا ذکر ہے۔اور تیسری دلیل جو ہے وہ اجماع السلف ہے۔

یعنی کتنے دلائل آئے ہیں؟ کتاب (قرآن مجید) سے دو آیتیں ہیں: (۱) سورۃ ص آیت نمبر 75۔(۲) اور سورۃ المائدۃ آیت نمبر 64۔

حدیثیں کتنی ہیں؟ دو یاد کرنی ہیں آسان ہو جائے گا:

(۱) متفق علیہ حدیث جس میں اللہ تعالٰی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور زمین کو دوسرے ہاتھ میں (دو ہاتھ ثابت ہوئے)۔(۲) اور صحیح مسلم کی حدیث میں کیا آیا ہے؟ اللہ تعالٰی کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔

تیسری دلیل کیا ہے؟ "اجماع السلف "سلف کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی کے صرف دو ہاتھ ہیں۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: ہمارے پاس جو دلائل ہیں وہ قرآن مجید میں سے، سنت میں سے اور اجماع میں سے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے صرف دو ہاتھ ہیں۔ تو ہم جمع کیسے کریں اب تثنیہ اور جمع کو؟ دیکھیں سب قرآن مجید میں ہے (مفرد بھی قرآن میں ہے، تثنیہ بھی قرآن میں ہے، جمع بھی قرآن میں ہے) اب پتہ تو چل گیا ہے کہ اب اللہ تعالٰی کے صرف دو ہاتھ ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی کے شایان شان ہے جمع کا کیا جواب دیں گے ہم؟ "بأيدينا" یہ جمع ہے۔اس کا پھر کیا مطلب ہے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں: "على أحد الوجهين" (دو طریقے سے جمع ہوتا ہے)، پہلی بات یہ ہے جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے "أقل الجمع اثنان" کہ سب سے کم جمع جو ہے وہ دو ہے: ﴿أَيْدِينَآ﴾ کا مطلب ہے ایک سے زیادہ ہے یعنی دو ہیں جیسا کہ باقی دلائل میں آیا ہے تو اس جمع سے مراد کیونکہ جمع جو ہے وہ دو سے شروع ہوتی ہے ایک سے زیادہ کو جمع کہتے ہیں۔

تو تثنیہ اور جمع اس میں مطابقت ہو گئی ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن ان کے بارے میں کیا کہا جائے ان کی حجت کیا ہے جو کہتے ہیں "أقل الجمع اثنان"؟

دیکھیں سب سے کم جمع عربی زبان میں تین ہیں عربی زبان میں آپ دیکھیں: (۱) مفرد ہے ایک۔(۲) تثنیہ ہے دو۔(۳) جمع ہے دو سے زیادہ۔

ایک قول علماء کا یہ ہے کہ تثنیہ بھی جمع میں سے ہی ہے جمع کا مطلب ہے ایک سے زیادہ۔

انگلش میں کتنا ہے؟ سِنگولر (Singular)، پلورَل (Plural) یہی استعمال ہوتا ہے، ڈوئل (Dual) تو بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ ((یا سنگل (Single) ہے، یا پلورَل (Plural) ہے یہ جمع ہے))۔

تو ایک قول علماء کا یہ ہے کہ تثنیہ جو ہے "اثنان" اس کو بھی جمع ہی کہتے ہیں جیسا کہ دوسری زبانوں میں کہتے ہیں، تو تثنیہ جمع کا حصہ ہی ہے جمع میں سے ہے۔

تو اس میں تو کوئی مسئلہ نہیں لیکن دلیل کیا ہے کہ تثنیہ جو ہے وہ جمع میں سے ہے؟

پتہ ہے اس کی دلیل ہونی چاہیے ہم کیا بات کر رہے ہیں؟ ہم قرآن اور سنت کی جب بات کر رہے ہیں دلیل تو ہونی چاہیے عربی زبان تو اپنی جگہ پر ہے اس میں ہو یا نہ ہو وہ اپنی جگہ پر ہے لیکن جب قرآن مجید کے تعلق سے ہم بات کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھوں کا ذکر کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت الکمال ہے تو اس میں دلیل بھی مضبوط ہونی چاہیے یہ نہیں کہ کچھ علماء نے کہا ہے تو ان کی بات مان لی جائے بغیر دلیل کے۔

کیا قرآن مجید میں کوئی ایسی دلیل ہے جس میں صیغہ جمع کا ہو لیکن مراد دو ہو یا صیغہ دو کا ہو اور اس سے مراد جمع ہو؟

یعنی "أقل الجمع اثنان" (کم سے کم جمع دو ہیں)۔ کم سے کم جمع تین ہوتے ہیں کیا دو بھی ہو سکتے ہیں؟ جی ہاں دو بھی ہو سکتے ہیں۔ کیا اس کی دلیل ہے عربی زبان، لغت میں قرآن مجید میں؟ جی ہاں قرآن مجید میں اس کی دلیل بھی ہے، آیئے دیکھتے ہیں دلیل کیا ہے۔

1-سب سے پہلی دلیل سورۃ التحریم آیت نمبر 4 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِن تَتُوبَآ إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ اگر تم دونوں توبہ کر لیں، اللہ تعالیٰ کی طرف واپس لوٹیں، توبہ کریں۔

﴿فَقَدْ﴾ (یقیناً) ﴿صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ (تمہارے دلوں نے سُن لیا ہے) (جھک گئے ہیں) (التحریم:4)۔

﴿قُلُوبُكُمَا﴾: قلوب جمع ہے یا تثنیہ ہے؟ قلب، قلوب: قلوب جمع ہے نا۔ بات کس کے تعلق سے ہو رہی ہے؟ دو (تثنیہ) کی۔ اس کا مطلب ہے "أقل الجمع" کتنا ہے؟ کیونکہ قلوب بھی اُن ہی بات ہو رہی ہے نا تو سب سے کم جمع کتنا ہے؟ دو ہیں، اور اس کی دلیل قرآن مجید میں ملتی ہے ﴿قُلُوبُكُمَا﴾۔

2-دوسری آیت سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 4، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (کم سے کم دل کتنے ہوتے ہیں؟ایک ہی ہوتا ہے (قلب ایک ہی ہوتا ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے)): ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ (اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لیے ایک سینے میں دو دل نہیں رکھے (صرف ایک ہی دل ہے)) (الاحزاب: 4)۔

جب ایک دل ہے ذکر دو کا ہو رہا ہے پھر صیغہ جمع کا آیا ہے ﴿قُلُوْبُكُمَا﴾: تو مطلب ﴿قُلُوْبُكُمَا﴾ سے مراد کتنے دل ہیں؟ دو ہی مراد ہیں۔ لیکن صیغہ کون سا استعمال ہوا ہے؟ جمع کا۔ تو اُقل الجمع کتنا ہے؟ سب سے کم جمع کتنا ہوتا ہے؟ دو بھی ہوتا ہے۔

دوسری آیت جو دلیل ہے اس کی سورۃ النساء آیت نمبر 11 میں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾ (النساء: 11)۔ مال وراثت کی تقسیم میں اگر والدین ہیں والدین کو کتنا مال وراثت میں ملتا ہے؟ اگر اولاد نہیں ہے تو ایک تہائی ماں کو باقی باپ کو ملے گا، اگر اولاد ہے تو چھٹا حصہ ماں کو اور باقی باپ کو۔

اگر اس کے اولاد نہیں ہے لیکن بھائی ہیں ایک تہائی ملنا چاہیے تھا نا ﴿فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾ چھٹا حصہ ہے۔

﴿اِخْوَةٌ﴾ کتنے ہیں جمع ہے یا تثنیہ ہے؟ ﴿اِخْوَةٌ﴾ جمع ہے۔ اگر دو ہوتے شامل ہیں کہ نہیں؟ اُخوان نہیں ہے سمجھیں ذرا اُخوان تثنیہ ہے، اِخوۃ جمع ہے اگر دو ہوتے تو اس میں شامل ہیں کہ نہیں؟

صرف اَخ نہیں ہے، صرف اُخت نہیں ہے سِنگولر (Singular) نہیں یہاں پر بیان کیا مفرد نہیں ہے صیغہ جمع کا ہے لیکن مراد کیا ہے؟ کم سے کم دو بھی ہیں تب بھی یہی حکم ہے، تین ہیں تب بھی یہی حکم ہے۔

تو أقل الجمع کتنا ثابت ہوا قرآن مجید میں ہے کہ نہیں؟ أقل الجمع دو ہیں۔

3-تیسری دلیل حدیث میں سے: نماز باجماعت کو کیوں نماز باجماعت کہا جاتا ہے؟ کیونکہ جمع ہوتا ہے نا۔ جماعت ایک ہوتا ہے کیا؟ نماز باجماعت کتنے سے منعقد ہو جاتی ہے؟ دو سے۔ تو أقل الجمع کتنا ہوا؟ دو۔

لیکن جو جمھور أهل اللغة ہے (جمہور جو ہے) کیونکہ یہ ایک قول ہے اہل اللغۃ کا کہ "أقل الجمع اثنان" (تثنیہ جمع کا حصہ ہے)، جمہور کا قول ہے کہتے ہیں نہیں! تثنیہ الگ ہے جمع الگ ہے (مفرد ہے، تثنیہ ہے، جمع ہے)، جمع تین اور تین سے زیادہ۔اس کا جواب کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: "کہ اگر أقل الجمع تین کہا جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ اس سے مراد جمع تعظیم ہے اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ کی تعظیم بیان فرمارہے ہیں، اور ہاتھ سے مراد یہاں پر نفس الذات ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے"۔

﴿اَيۡدِيۡنَآ﴾ میں جب جمع کا صیغہ ہے: (۱) ایک تو ہے تعظیم بیان کرنے کے لیے۔(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس سے مراد صرف ہاتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اور اس کی دلیل کیا ہے کہ ہاتھ کا ذکر کر کے ذات مراد ہوتا ہے صرف ہاتھ نہیں؟ عربی زبان میں بھی یہ کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کی دلیل موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِى النَّاسِ﴾ (الروم:41)۔﴿كَسَبَتۡ اَيۡدِى النَّاسِ﴾: (جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا ہے)۔

فساد صرف ہاتھ کی کمائی سے ہوتا ہے یا ہاتھ کے گناہوں سے ہوتا ہے یا پاؤں کے گناہوں سے بھی ہوتا ہے؟ آنکھوں کے گناہ سے بھی ہوتا ہے؟ زبان کے گناہوں سے بھی ہوتا ہے؟

یعنی فساد تب تک ظاہر نہیں ہو گا جب تک ہاتھ سے گناہ نہیں ہو گا؟! تب ہو گا! اگر زبان سے گناہ ہوئے ہوں جھوٹ ہے چغل خوری ہے، غیبت ہے نمیمہ ہے، شرکیہ الفاظ ہیں بدعتی الفاظ ہیں، فساد ظاہر نہیں ہو گا کیا خیال ہے؟ ہو گا۔

تو لفظ کیا ہے؟ ہاتھ۔اس سے کیا مراد ہے ذات یا ہاتھ؟ ذات مراد ہے نا۔تو عربی زبان میں ہاتھ کا اطلاق ذات پر بھی ہوتا ہے۔اور یہاں پر بھی ﴿مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَآ﴾ (یس:71): ذات مراد ہے نا کہ ہاتھ (واضح ہے؟)۔

صیغۃ الجمع تعظیم کے لیے بھی ہے اور ذات ثابت کرنے کے لیے، اور سیاق وسباق کو دیکھیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو ثابت کرنا چاہا تو تعظیم کے صیغے سے جمع کے صیغے سے بیان کیا ہے، جب اپنے دونوں ہاتھوں کو ثابت کرنا چاہا تو صیغۃ التثنیۃ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں۔تو اس سے یہ اشکال دور ہوا کہ نہیں مفرد ہے، تثنیہ ہے اور جمع ہے؟

ہاتھ کا اطلاق ذات پر بھی ہوتا ہے یہ ہو رہا ہے وجہ کیا ہے کوئی جانتا ہے ؟ سب سے زیادہ انسان اپنے ہاتھ سے سعی کرتا ہے ہاتھ سے کماتا ہے، ہاتھ سے اس لیے اس کا اطلاق ہوتا ہے ذات پر۔

تو پھر جلدی سے شیخ صاحب (رحمہ اللہ) نے روائز (Revise) کیا ہے دوبارہ، فرماتے ہیں کہ :

1-جو مفرد اور تثنیہ میں جب جمع کرنا ہوتا ہے تو آسان ہے کہ "ید اللہ" مفرد مضاف ہے اس سے صیغ عموم ثابت ہوتا ہے کہ جتنے بھی ہاتھ ہیں اللہ تعالیٰ کے وہی اس سے مراد ہے۔

2-اور تثنیہ جمع کو دو طریقے سے بیان کیا ہے: پہلا طریقہ ہے کہ اس سے جمع جو ہے حقیقت مراد نہیں ہے کیونکہ اگر تین سے زیادہ بھی لیا جائے اگر یہی قول کو مان لیا جائے کہ جمع تین سے زیادہ کو کہتے ہیں دو کو نہیں کہتے جبکہ **أقل الجمع اثنان** بھی ثابت ہے ، اگر یہ نہیں مانتے کہتے ہیں کہ نہیں تین والا مانتے ہیں کیونکہ دونوں قول موجود ہیں، جمہور کا قول تین والا ہے تب بھی دو جواب ہیں (۱) پہلا جواب یہ ہے کہ تعظیم کے لیے ہے۔(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے نا کہ ہاتھ ہے جبکہ لفظ ہاتھ کا یہاں پر بیان ہوا ہے۔

ایک اور بھی آیت ہے سورۃ الذاریات آیت نمبر 47 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ﴾ (الذاریات:47)۔

أید جمع ید ہے اور أید سے مراد یہاں پر ہاتھ نہیں ہے (لفظ ایک ہی ہے معنی اور ہے) یہاں پر اس سے مراد طاقت ہے، یہ مصدر ہے ''آدَ يَئِيْدُ''۔

اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کی ہاتھ کی صفت مراد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اس لیے نسبت کی ہے تشریف کے لیے اور طاقت بیان کرنے کے لیے: ﴿بِاَيْىدٍ﴾ یعنی: ''بقوة'' (آسمان کو پیدا کیا طاقت سے)۔

اور پھر دوسری مثال دی ہے شیخ صاحب نے: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ (جب پنڈلیوں سے پردہ ہٹایا جائے گا (یا نکالا جائے گا)) (القلم:42): تو سلف کے دو اقوال ہیں:

(۱) پہلا معنی ہے ''الشدة'' (شدت اس سے مراد ہے)۔

(۲) اور دوسرا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو حقیقی پنڈلی ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے)۔

اور جب اس آیت کو حدیث کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے: "کہ قیامت کے دن شدت کا وقت ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی دکھائیں گے"۔ تو اس حدیث سے جب اس آیت کو سامنے رکھتے ہیں تو اس سے مراد حقیقی پنڈلی ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے)۔

اگر صرف آیت کو دیکھتے ہیں بغیر حدیث کے تو اس سے مراد جو ہے شدت ہے اور سختی ہے (یعنی اتنا شدت کا وقت سختی کا وقت ہوگا)۔ اور دونوں معنی سلف نے لیے ہیں۔ یہ غلط فہمی واضح ہوگئی ہے تثنیہ، جمع والی اور مفرد والی۔

اگلی غلط فہمی ہے یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے انکاری ہیں بلکہ تمام صفات کے انکاری ہیں یا کچھ صفات کے انکاری ہیں، وہ کہتے ہیں یعنی شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ کہے "فإذا قال قائل" (کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے حقیقی ہاتھ کو ثابت کرتے ہو اور ہم تو صرف یہی جانتے ہیں کہ ہاتھ مخلوقات کے ہیں تو تمہارے اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ خالق مخلوق میں تشبیہ لازم آتی ہے)۔

اس کا جواب یہ ہے شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس سے یہ لازم کبھی نہیں آتا کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کو ثابت کرتے ہیں (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے) تو مخلوق کے ہاتھ سے بھی تشبیہ لازم آتی ہے، یہ بات غلط ہے کیونکہ:

1- پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ثبوت قرآن مجید میں، سنت اور اجماع میں ثابت ہے اور نفی المماثلۃ جو ہے مخلوقات کی اس کی دلیل شرع، اور عقل اور حِسّ میں ہے۔

پہلا جواب یہ ہے اس غلط فہمی کا یا اس اعتراض کا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ثابت ہے قرآن مجید میں، احادیث میں (سنت میں) اور اجماع السلف میں، اور مماثلت کی نفی کی دلیل قرآن اور سنت میں شرعاً جو ہے شرع میں ہے (شرع میں تینوں باتیں ہیں: قرآن، سنت اور اجماع سب آتے ہیں)، شرع میں، عقل اور حِسّ میں بھی ہے۔

شریعت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوریٰ: 11)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے السمع البصر کی صفت کو ثابت فرمایا ہے اور نفی کی ہے مثلیت کی ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ اور ابتداء بھی یہاں سے کی ہے (مثلیت کی نفی کی ہے پھر ثابت کیا ہے السمع البصر کو)، تو شریعت میں ہمیں یہ ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے اسماء صفات کو ثابت کیا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ نفی بھی کی ہے مثلیت کی۔

توشریعت میں ممکن نہیں ہے مماثلت خالق کی مخلوق سے پہلی بات یہ ہے۔

2-دوسری بات جو عقلی دلیل ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ خالق اور مخلوق کی صفات میں مماثلت ہو کیونکہ یہ خالق میں عیب ثابت ہوتا ہے۔

کیسے ممکن ہے کہ خالق ہے اپنا مقام ہے خالق کا (جل شانہ سبحانہ وتعالیٰ) اور کہاں مخلوق بے چاری جو محتاج ہے ہر اعتبار سے فقیر ہے حقیر ہے ؟! مماثلت اگر صفت لفظ کے اعتبار سے ایک ہی ہے تو اس میں مماثلت کہاں سے لازم آتی ہے ؟! تو عقل بھی اس کا انکار کرتی ہے۔

3-اور حسّی دلیل جو ہے جو ہم محسوس کرتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ہمارا مشاہدہ ہے کہ جب ہم مخلوقات کے ہاتھوں کو دیکھتے ہیں تو اس میں بہت سارا فرق نظر آتا ہے۔ کسی کا بڑا کسی کا چھوٹا، کسی کا دبلا کسی کا پتلا تو مخلوقات میں بھی یہ فرق موجود ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جب مخلوقات کے ہاتھوں میں یہ فرق موجود ہے یہ تباین یہ بہت بڑا فرق جو ہے خالق مخلوق میں بھی لازم آتا ہے۔

مثلیت مخلوقات میں موجود نہیں ہے تو خالق مخلوق میں کیسے تم لوگ لازم ثابت کرنا چاہتے ہو جبکہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ ہم کرتے ہیں محسوس ہے ہم دیکھتے ہیں ؟! اور خالق مخلوق میں مماثلت کی نفی جو ہے من باب اولیٰ ہے۔

چیونٹی کا ہاتھ ہے، اونٹ کا ہاتھ بھی ہے، ہاتھی کا ہاتھ بھی ہے، نہیں ہے ؟! ایک جیسا ہے ؟ ہم اپنی انکھوں سے دیکھتے ہیں کہ نہیں دیکھتے ؟ جب مخلوق میں یہ تباین یہ اتنا بڑا فرق موجود ہے خالق مخلوق میں نہیں ہو سکتا کیا ؟! یہ من باب اولیٰ ہے۔

اب حِسّ بھی اس کی گواہی دیتی ہے، عقل بھی اس کی گواہی دیتی ہے اور نفی کرتی ہے، اور شریعت میں بھی دلیل موجود ہے کہ مماثلت نہیں ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ واضح ہے اور ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفی کی مماثلت کی پھر فرمایا ہے کہ ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾۔ اگر نفی مراد ہوتی یا اس میں مثلیت کا کہیں سے بھی کوئی شائبہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کی نفی خود فرمادیتے لیکن نفی کس چیز کی ہوئی اسماء وصفات کی نفی ہوئی یا مماثلت کی نفی ہوئی ؟

﴿لَيْسَ﴾ اسماء وصفات کے لیے ہے یا مماثلت کے لیے ہے؟ مماثلت کے لیے ہے۔ یہ کیا کہتے ہیں کس کے لیے ہے؟ اسماء وصفات کے لیے ہے۔ دیکھیں کیسے یہ جہل مرکب ہے! (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: مخالفت کی ہے اہل التعطیل نے اہل سنت والجماعت کی اس صفت الکمال اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی صفت کے تعلق سے، اہل التعطیل میں سے معتزلہ، جہمیہ، اشعریہ، اور "ونحوھم" اور ان جیسے لوگوں نے، اور ان لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا جو حقیقی ہاتھ ہے وہ ہم نہیں مانتے نہیں ثابت کرتے کیونکہ ہاتھ سے مراد عربی زبان میں جو ہے کیونکہ ہاتھ اُمر معنوی ہے اور طاقت کے لیے اور نعمت کے لیے بھی یہ اطلاق عربی زبان میں ہوا ہے، اور اس کی دلیل میں کہتے ہیں کہ ہاتھ جو ہے طاقت کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے، عربی لغت میں بھی ہے اور احادیث میں بھی آیا ہے۔

یعنی جو معروف حدیث ہے مسلم کی حدیث میں حدیث النواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بہت لمبی حدیث ہے یاجوج و ماجوج کے تعلق سے، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "کہ اللہ تعالیٰ وحی نازل کرے گا سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر کہ اپنی مخلوق میں سے ایسے بندے اب میں نکالوں گا "لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ" کہ کوئی بھی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا"۔

لفظ "يَدَانِ" کا ہے ہاتھ کا لفظ ہے یعنی کوئی طاقت اُن کو روک نہیں سکتی۔ تو یہاں پر ید سے مراد کیا ہے؟ طاقت ہے قوت ہے۔

تو عربی زبان میں تو ید طاقت کے لیے قوت کے لیے استعمال ہوا ہے تو تم لوگ کیوں اللہ تعالیٰ کے لیے وہ ہاتھ حقیقی ہاتھ ثابت کرنا چاہتے ہو جبکہ عربی زبان میں ہاتھ کا اطلاق طاقت قوت پر بھی ہوا ہے؟!

اور نعمت کے تعلق سے کہ ہاتھ کا اطلاق نعمت کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور اس کی دلیل صحیح بخاری کی روایت میں موجود ہے کہ عروۃ بن مسعود جو معروف حدیث صلح حدیبیہ کی حدیث جو ہے کہ عروۃ بن مسعود نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا ہے: "لَوْلَا يَدٌ لَكَ عِنْدِي لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ" (اگر آپ کا احسان مجھ پر نہ ہوتا تو میں اس کا جواب تمہیں دے دیتا)۔ تو عربی زبان میں ید جو ہے احسان کے لیے نعمت کے لیے بھی بیان ہوا ہے (یا اطلاق ہوا ہے)۔

اور پھر عربی لغت میں بھی متنبی کا ایک شعر شیخ صاحب نے بیان کیا ہے:

وَكَمْ لِظَلامِ اللَّيلِ عِندَكَ مِن يَدٍ
تُحَدِّثُ أَنَّ المانَوِيَّةَ تَكذِبُ

اور مانویہ جو مجوسی فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ خالق دو(2) ہیں، روشنی کا خالق اور ہے اور اندھیرے کا خالق اور ہے۔ تو متنبی جو ہے یہاں پر جو شاعر ہے معروف شاعر وہ ان کی نفی کر رہا ہے کہ تم رات میں بھی اتنی دیتے ہو اتنے بڑے سخی ہو اور رات میں اتنا دیتے ہو کہ ثابت آپ کا دن اور رات دونوں برابر ہو جاتا ہے روشن ہو جاتا ہے جس سے مانویہ کی تکذیب ثابت ہوتی ہے (یعنی اتنا تم دیتے ہو تعریف کرتے ہوئے کسی کی)۔

تو لفظ یہاں پر ید ہے سخاوت، نعمت کے لیے بھی ید کا اطلاق ہوتا ہے عربی زبان میں۔

اور پھر یہ کہتے ہیں اعتراض یہ ہے ان کا، اہل التعطیل جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کا حقیقی ہاتھ ثابت کرتے ہیں تو اس سے تجسیم لازمی آتی ہے کہ جسم ہے اللہ تعالیٰ کا، اور اجسام متماثل ہیں (ایک جیسے ہیں)، اور پھر اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ﴾ (اللہ تعالیٰ کے لیے مثلیت بیان نہ کرو) (النحل:74)۔

پھر ہمارے پاس آپ سے دلیل زیادہ قوی ہے یہ لوگ کہتے ہیں (اہل التعطیل کہتے ہیں)، ہماری قوی دلیل ہے ہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی ہاتھ کا انکار کرتے ہیں کیونکہ مماثلت آتی ہے، تجسیم لازم آتی ہے اور پھر جب عربی زبان میں ہاتھ کا اطلاق طاقت، قدرت اور احسان اور سخاوت اور نعمت پر ہوا ہے تو وہ زیادہ موزوں ہے اور زیادہ حق کے قریب ہے اس لیے اس کو ہم لیتے ہیں۔

جواب شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): "سبحان الله" اللہ تعالیٰ پاک ہے أعراض اور أبعاض اور أغراض سے اور ان تمام چیزوں سے!!، اور ایسی باتیں تو آپ کو کتاب اور سنت میں کہیں نظر نہیں آئیں گی جو یہ کہتے ہیں، اور یہ جو تم لوگوں نے کہا ہے اس کا جواب کئی وجوہات سے جو پہلا جواب ہے وہ یہ ہے:

1-ید کی تفسیر جو تم لوگوں نے کی ہے (ہاتھ کی) قوت اور نعمت سے یا طاقت سے یہ "مخالف لظاهر اللفظ"۔

پہلا جواب یہ ہے کہ ظاہر لفظ جو ہے "ید" اُس کے مخالف ہے، اور جو لفظ ظاہر لفظ کے مخالف ہو مردود ہے بغیر دلیل کے "إلا بدليل"۔ دلیل ہے تو ٹھیک ہے دلیل نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

یعنی اصل لفظ جو ہے وہ ظاہر کو لیا جاتا ہے ,الا یہ کہ ظاہر ممکن نہ ہو اور اس کا امکان کسی دلیل کی بنیاد پر نہ ہو، پھر اس کا دوسرا جو ہے لفظ لیا جاتا ہے ظاہر کے علاوہ جو ہے۔

اور یہاں پر آپ نے جو باتیں کی ہیں (آگے جواب بھی آئے گا) یہ کوئی بات نہیں بنتی تھی کیونکہ تمثیل کی پہلے نفی ہو چکی ہے اور تجسیم کی جو بات کرتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اس سے لازم نہیں آتا، اور مماثلت کو عقلاً حساً پہلے بھی اس کا جواب ہو چکا ہے۔

2-دوسری بات: "مخالف لإجماع السلف" (سلف کے اجماع کے مخالف ہے)، کہ تمام سلف کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی ہاتھ ہے، نا کہ نعمت یا طاقت اس سے مراد ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے اعتراض کر کے کہے کہ اجماع السلف کہاں ہے دکھائیں ہمیں؟ سلف میں سے ایک ہمیں جملہ دکھا دیں سیدنا ابو بکر سے سیدنا عمر سے، سیدنا عثمان یا سیدنا علی سے (رضی اللہ عنہم أجمعین) یا کسی سلف میں سے کہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے مراد حقیقی ہاتھ ہے کیا جواب ہے اس کا؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ہم کہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک لفظ دکھا دو سلف کا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے مراد حقیقی ہاتھ نہیں ہے بلکہ طاقت ہے یا نعمت ہے کیونکہ اصل بات ظاہر کی لی جاتی ہے، ظاہر لفظ حقیقی ہے اسی کو لیا جاتا ہے اگر اس کے علاوہ کوئی معنی ہوتا اس اطلاق کا، ہاتھ کا کوئی اور معنی ثابت ہوتا یا متعین ہوتا تو سلف لازمی اس کا ذکر بھی کرتے اس کا اجماع بھی ہوتا ان پر، یا کم سے کم اُن میں سے کوئی تو ذکر کرتا اس کا۔ جب تمام اس معنی پر خاموش ہیں مطلب کیا ہے یہ حقیقی معنی ہے یا کوئی اور معنی ہے؟

یعنی جب آپ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں: "کہ سلف میں سے ہمیں ایک جملہ دکھا دیں جس میں وہ یہ کہتے ہوں کہ ید سے مراد حقیقی ہاتھ ہے": یہ تو ہمارا اعتراض ہے یہ تو ہم کہتے ہیں اُن سے کہ تم ایک جملہ دکھا دو کہ سلف میں کسی نے کہا ہو کہ حقیقی ہاتھ مراد نہیں ہے طاقت یا قدرت مراد ہے۔

مثال کے طور پر کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ سورج ہے (یہی سورج جو باہر ہے جسے سورج کہتے ہیں) سلف میں سے کوئی ایک قول دکھائیں کہ اسے سورج کہتے ہیں؟ وہ کہہ سکتے ہیں یا اعتراض کرنے والا کہے گا کہ نہیں تم ہمیں دکھاؤ کہ سلف میں

سے کس نے کہا ہے کہ یہ سورج نہیں! (یعنی جو چیز معروف ہے اور حقیقی ہے اگر وہ معنی مراد نہیں ہے تو اس کی دلیل ہونی چاہیے ناکہ جو اصل معنی مراد ہے)۔

اگر سلف میں سے کسی نے بھی اس کو اور معنی سمجھا ہوتا کہ اس سے مراد حقیقی ہاتھ نہیں ہے مجازی ہاتھ ہے یا قوت یا طاقت ہے کسی ایک سے تو ثابت ہوتا! کہ جیسے یہاں پر پنڈلی کا ذکر آیا ہے، جیسا کہ چہرے کا میں نے پچھلے درس میں بیان کیا ہے وہاں پر کب آیا ہے؟ جب اس کے سیاق وسباق میں آیا ہے۔ یہاں پر کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے کہ ہاتھ سے مراد جو ہے وہ طاقت یا قدرت ہے۔ تو آپ کا یہ اعتراض بھی آپ کی طرف واپس پلٹتا ہے۔

شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: کہ یہ ایک عظیم قاعدہ ہے کیونکہ یہ کئی مرتبہ آپ دیکھتے ہیں، سلف سے دکھاؤ کہاں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے (یعنی حقیقت کے علاوہ جو ہے؟)۔ حق کے خلاف اگر کوئی بھی آپ سے کوئی ثبوت مانگے تو ثبوت اُس پر پلٹتا ہے کہ تم دکھاؤ اس کے علاوہ جو ہے یا اس کے خلاف کہاں پر قول ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''وهذه فائدة عظيمة، وهي أنه إذا لم ينقل عن الصحابة ما يخالف ظاهر الكتاب والسنة، فإنهم لا يقولون بسواه، لأنهم الذين نزل القرآن بلغتهم، وخاطبهم النبي صلى الله عليه وسلم بلغتهم، فلا بد أن يفهموا الكتاب والسنة على ظاهرهما، فإذا لم ينقل عنهم ما يخالفه، كان ذلك قولهم''۔

بڑا پیارا قاعدہ ہے، شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''وهذه فائدة عظيمة'' (یہ عظیم قاعدہ ہے)۔ کیا قاعدہ ہے؟ کہ اگر سلف سے صحابہ سے یہ ثابت نہ ہو کوئی بات جو کتاب اور سنت کے ظاہر کے خلاف ہو تو حقیقت بات یہ ہے: ''فإنهم لا يقولون بسواه'' (کہ اس کے سوا وہ کہتے ہی نہیں ہیں وہی کہتے ہیں جو ظاہر مراد ہے)۔ کیوں؟ کیونکہ پہلی بات یہ ہے: (۱) کہ قرآن مجید اُن ہی زبان پر نازل ہوا ہے۔ (۲) دوسری بات کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے خطاب کیا ہے اُن کی زبان سے۔ تو یقین بات یہ ہے کہ اُنہوں نے وہی سمجھا ہے قرآن اور سنت سے جو اس کا ظاہر ہے، اگر اس کے ظاہر کے خلاف کوئی بات ان سے ثابت نہیں ہے تو وہی اُن کا قول ہے۔

3- تیسری بات یہ ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں تیسرا جواب یہ ہے) کہ: ''أنه يمتنع غاية الإمتناع أن يراد باليد النعم أو القوة في مثل قوله: ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾''، یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ میں

سورۃ ص آیت نمبر 75 میں کہ یہاں پر اس لفظ ﴿بِيَدَيَّ﴾ دونوں ہاتھوں سے مراد طاقت یا قدرت ہو کیونکہ اس سے لازم آتا ہے آپ کی اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ہیں یا دو طاقتیں ہیں یا دو قدرتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دو ہیں؟! اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو کوئی احصاء نہیں کر سکتا: ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (النحل:18)، تو یہاں پر ممکن نہیں ہے۔

اور قوت کی جو وہ بات کرتے ہیں دونوں آیتوں میں ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ (المائدۃ:64)، اور ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (ص:75) نہ تو نعمت ممکن ہے نہ ہی قوت ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دو ہیں یا قوتیں دو ہیں؟! ناممکن ہے نا!

تو آپ کی یہ بات جو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو ہاتھ ہیں ان سے مراد طاقت اور قدرت ہے ان دونوں آیتوں سے اس کی نفی ہو جاتی ہے اور ناممکن معنی مراد ہے۔

4-چوتھی بات یہ ہے (یہ بھی بڑا پیارا جواب ہے) شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اس آیت میں: ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا) اگر اس مراد دو ہاتھ ہوتے تو پھر ابلیس اور سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا کوئی فرق ہوتا فضیلت میں؟ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا کیا ابلیس کو بھی پیدا کیا۔ ابلیس کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے نا، تمام مخلوقات کو پوری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

اب ذرا سمجھیں سمجھنے والی بات ہے: اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے (تشریف ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شرف ہے اُن کا بڑا پن ہے)، اور ابلیس کو بھی پیدا کیا ہے جیسے تمام مخلوقات کو کن فیکون سے پیدا کیا ہے (جیسے پیدا کیا ہے پیدا کر دیا ہے)، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا فرشتوں کو "سجدہ کرو سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو"، سب سے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے سجدہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ اے ابلیس تُو نے اسے سجدہ کیوں نہیں کیا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا؟ (ابلیس کا اعتراض کیا تھا؟ میں آگ سے ہوں وہ مٹی سے پیدا ہوا ہے)۔

اگراس سے مراد طاقت اور قدرت ہوتی تو دونوں میں کوئی فرق ہوتا پیدائش میں ؟ سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے طاقت سے پیدا کیا، اُس کو بھی طاقت سے قدرت سے پیدا کیا ہے بات ہی ختم ہو گئی !

تو تشریف کہاں ہے پھر سجدے کا حکم کیوں دیا ہے ؟ اِلا یہ کہ فرق ہے دونوں میں تخلیق میں۔ کیا فرق ہے کیا تشریف ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی جس سے ابلیس محروم ہوا؟ کیا شرف ہے ؟ کہ ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔

تواس سے یہ یہاں پر نفی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو طاقت سے پیدا کیا ہے جیسا کہ تم لوگ سمجھتے ہو کہ ہاتھ سے مراد طاقت اور قدرت ہے۔

یعنی ابلیس نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ میں کیوں سجدہ کروں مجھے بھی طاقت سے پیدا کیا ہے اُسے بھی طاقت سے پیدا کیا ہے ؟ ! اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے تو یہ اعتراض اس کا ممکن ہی نہیں تھا، تو اعتراض اس چیز پر ہوا کسی اور بات پر ہوا کیونکہ اعتراض قابل اعتراض ، اگر معنی طاقت اور قدرت کا ہوتا تو اعتراض ابلیس کا کیا ہوتا؟ کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ آگ مٹی کا مسئلہ تو ہے ہی نہیں ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس نے سجدہ نہیں کیا، اس نے دھوکا کیا کہ میں بہانہ کیا پیش کروں ؟ کوئی بہانہ نہیں تھا۔ بہانہ کیا بنایا؟ آگ اور مٹی کو سامنے رکھ دیا کہ میں اس سے افضل ہوں۔

اگر تمہاری بات کو مان لیں اور "ہاتھ" طاقت اور قدرت کا معنی لے لیں تو اعتراض کیا تھا ابلیس کا سب سے پہلے ؟ دونوں کا طاقت سے پیدا کیا ہے تو میں کیوں سجدہ کروں اسے ؟ لیکن جب یہاں پر وہ لاجواب ہو گیا کہ دونوں ہاتھوں سے واقعی پیدا کیا ہے اور میں محروم ہوں اس شرف سے پھر یہاں پر وہ بہانہ پیش کر دیا (سبحان اللہ)۔

5- پانچواں جواب، یہ کہا جاتا ہے کہ ہاتھ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے وہ متعدد وجوہ طریقوں سے بیان کیا ہے اور ناممکن ہے کہ اس سے مراد طاقت یا قدرت ہو جس میں انگلیوں کا ذکر ہے، قبض کا ذکر ہے، بسط کا ذکر ہے، کف ہے یمین ہے۔ کیا طاقت اور قدرت کے لیے یہ ممکن ہے کہ اس وصف سے طاقت اور قدرت کو بیان کیا جائے ؟

کیا خیال ہے ممکن ہے ؟ ! ناممکن ہے !

تواس سے یہ ثابت ہوا کہ اہل تحریف (جو لوگ یہ تحریف کرنے والے ہیں) ان کا قول جو ہے وہ باطل ہے کئی وجوہات سے جواب دے چکے ہیں، اور پہلے بھی ہم (شیخ صاحب فرماتے ہیں) بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات ہیں یہ

اُمور خبریہ غیبیہ میں سے ہیں جس میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے، اور جس کا معاملہ اس طریقے سے ہو تو واجب یہ ہے ہمارے اوپر کہ ہم اسے ظاہر پر رکھیں جیسا کہ اس کا ظاہر ہے اور اس کے سوا اپنی طرف سے کوئی بات اس میں شامل نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی صفۃ ذاتیۃ خبریۃ ہے (خبر سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے)، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں یہ نہ بیان فرماتا کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں تو کبھی جرأت نہ کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں!

اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (41.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔
سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔